"بہار ایجادی بیدل" اور ترجمے کے تقاضے

ڈاکٹر طارق محمود ہاشمی
اسسٹنٹ پروفیسر اُردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد
ڈاکٹر غلام اکبر
اسسٹنٹ پروفیسر فارسی، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

BAHAR EJADI -E- BEDIL
AND REQUIRMENTS OF TRANSLATION

Tariq Mehmood Hashmi, PhD
Assistant Professor of Urdu
Department of Urdu, GC University, Faisalabad

Ghulam Akbar, PhD
Assistant Professor of Persian
Department of Persian, GC University, Faisalabad

Abstract

Mirza Abdul Qadir Bedil is a prominent figure of Persian poetry in the Subcontinent. He is considered a great representative of 'Sabk-e-Hindi'. Some of his ghazals have been translated into Urdu. Dr Syed Naeem Hamid is one of the translators who rendered some verses of Bedil into Urdu prose as well as in poetic form. This translation has been published under the title of Bahar Ejadi-e-Bedil'. This translation is very important and in impressive style but there are some technical points which need consideration of researchers and scholors alike.

Keywords:

مرزا عبدالقادر بیدل، ظہیر صدیقی، سید نعیم حامد، ڈاکٹر سہیل احمد خان، ایذرا پاؤنڈ، فارسی، اردو، سبک ہندی، برصغیر

ترجمے کی مشکلات یا آسانیاں اپنی جگہ لیکن یہ عمل اپنے اندر بعض بوالعجبیاں بھی رکھتا ہے۔ انگریزی میں اس کا بنیادی مفہوم ''پار لے جانا'' ہے لیکن متن کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک پہنچنے کے دوران میں پیش آنے والے مراحل بعض اوقات کسی خطرے سے خالی نہیں ہوتے۔ اب یہ پار لے جانے والے پر منحصر ہے کہ وہ پتوار کا کس زاویے سے استعمال کرتا ہے کہ دوسرے کنارے تک پہنچنے یا پہنچانے کا معاملہ بخیر وخوبی طے پائے۔

ترجمے میں زبانوں کی قربت یا دوری کی بنیاد محض قواعد زبان یا الفاظ نہیں ہوتے بلکہ وہ تہذیبیں بھی ہوتی ہیں جن سے متون کا خمیر اُٹھتا ہے اور اُن کی تفہیم کے بغیر ترجمہ ایسے ہی ہے جیسے کسی فرد کو کسی خطے میں وہاں کے طرزِ احساس، اسلوبِ تمدن اور تہذیبی اطوار سمجھائے بغیر بھیج دیا جائے۔ یہ الگ بات کہ دو قریبی خطوں کی زبانیں الفاظ کے اشتراک کے ساتھ ساتھ اپنے مابین قدرے تہذیبی قربت بھی رکھتی ہیں۔

فارسی اور اُردو ایسی زبانیں ہیں جو جغرافیائی، لسانی اور تہذیبی ہر اعتبار سے ایک دوسرے سے قربت رکھتی ہیں اور اردو میں ترجمے کا ابتدائی سرمایہ بھی زیادہ تر فارسی کے نثری ادب سے تعلق رکھتا ہے۔ تاہم فارسی سے اردو میں شعری تراجم کی روایت قدرے بعد میں شروع ہوئی اور اس کا سرمایہ بھی نہایت کم ہے۔ دونوں زبانوں میں تہذیبی اشتراک کے اردو کے شعری ادب پر اثرات بھی نمایاں ہیں۔ شعری اصناف ہوں یا ان کی تخلیقی صورت کے لیے عروضی نظام ہر حوالے سے دونوں زبانوں میں ایک واضح قربت موجود ہے۔

برصغیر پر فارسی کے تہذیبی اثرات کا ایک تاباں نشاں ابوالمعانی مرزا عبدالقادر بیدلؔ (۱۶۴۲-۱۷۲۰) ہیں۔ عظیم آباد (پٹنہ، بھارت) میں جنم لینے والے اس لازوال سخنور کے تخلیقی سرمائے میں ۱۴۷۰۰۰ اشعار ہیں۔ زیادہ تر غزل، رباعی اور مثنوی میں طبع آزمائی کی اور سبکِ ہندی کے ایک اہم نمائندہ شاعر قرار پائے۔

یہاں بیدل کی شاعری کا تنقیدی جائزہ مقصود نہیں لیکن اُن کے کلام کی فکری جہات کی روشنی میں ڈاکٹر عبدالمغنی کی یہ تحسین، حقیقت کے قرین ہے:

> ''بیدل اپنی انفرادیت کے باعث ناقابلِ تقلید ہے اور اپنے زمانے سے بلندتر ذہن کا مالک ہونے کی وجہ سے مستقبل کا شاعر ہے۔''(۱)

بیدل کی فکری رفعت اپنی جگہ لیکن اُن کی اصل انفرادیت وہ اسلوب ہے جس کے بارے میں خود بیدل نے کہا ہے:

مدعی درگزر از دعویٔ طرزِ بیدل
سحر مشکل کہ بہ کیفیت اعجاز رسد(۲)

یہی وہ اعجازِ بیان ہے جو اُسے نا قابلِ تقلید بنا تا ہے اور غالب جو بیدل کو اپنا استادِ معنوی مانتے تھے اُن کی تقلید کی مشکلات بلکہ ناممکنات کو بھی تسلیم کرتے ہیں:

طرزِ بیدل میں ریختہ کہنا
اسد اللہ خاں قیامت ہے(۳)

کلامِ بیدل کے اردو تراجم کی روایت بھی رہی ہے اور اُن کی فکر کو اہلِ اردو سے متعارف کرانے کے لیے ان کے کلام کے منثور و منظوم تراجم کیے گئے۔ لیکن تا حال کوئی ایسا ترجمہ منظر عام پر نہیں آیا جس میں اُن کے تمام تر کلام کو اُردو کا روپ دیا گیا ہو۔

فارسی غزل کی روایت کا جائزہ لیتے ہوئے ظہیر احمد صدیقی نے بیدل کے کلام کا تجزیہ کیا اور بعض غزلوں کے تراجم بھی پیش کیے۔ یہ اور چند مزید غزلوں کے تراجم "دلِ بیدل" کے عنوان سے الگ بھی شائع ہوئے۔ دلِ بیدل میں غزلیاتِ بیدل کے تراجم کی کل تعداد ۲۳۴ ہے لیکن یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ ہر غزل کا مکمل متن ترجمہ نہیں کیا گیا بلکہ اشعار منتخب کیے گئے ہیں۔ ان تراجم کے سلسلے میں مترجم کا یہ عجز بھی قابلِ ذکر ہے:

> "بیدل کے کلام کا ترجمہ تو کیا ترجمانی بھی مشکل ہے۔ میں نے ترجمہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ اسے غلطی کار کہیے یا عقیدت کا اظہار یا جرأت کار یا جسارتِ بے جا، کوئی کچھ کہے میں نے تو اس نقطۂ نظر سے کیا ہے کہ مرزا بیدل ایسے عظیم شاعر اور مفکر کے فکر و فن سے فارسی زبان سے نا آشنا حضرات کسی حد تک آشنا ہو سکیں۔"(۴)

فارسی زبان سے نا آشنا حضرات کو کلامِ بیدل سے آشنا کرنے کی ایک اور کاوش "بہار ایجادی بیدل" کے عنوان سے ۲۰۰۸ء میں جبکہ بعد ازاں قدرے مختلف اور اختصاری صورت میں ۲۰۱۵ء میں سامنے آئی جو "دلِ بیدل" سے دو حوالوں سے مختلف ہے:

- یہ کلام بیدل کا منظوم ہی نہیں، منثور ترجمہ بھی ہے۔

- یہ غزلیات کے مکمل متن کے بجائے مختلف غزلوں سے منتخب اشعار کا ترجمہ ہے اور یہ اشعار فردیات کی صورت میں ہیں۔

بیدل کے ہاں صنائع شعری کا رجحان تو بہت زیادہ نہیں ہے لیکن اُن کا اسلوب ضرور ایسا ہے جس کے باعث ترجمہ نگاروں نے بھی اپنی مشکلات کا اظہار کیا اور اُس کا شعری تتبع کرنے والوں نے بھی پنگھٹ کی اس کٹھن ڈگر کا اعتراف کیا۔

''بہار ایجادی بیدل'' میں ترجمہ نگار نے بیدل کا ترجمہ ایک خاص انتخاب کے تحت کیا ہے۔ جس سے ایک خاص تخلیقی تابانی بھی جلوہ گر ہوتی ہے اور کہیں کہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے بیدل اگر اردو میں شعر کہتے تو شاید اُن کا رنگ بھی ایسا ہی ہوتا۔ مراد یہ نہیں کہ اردو میں بیدل کا وہ اسلوب نہ ہوتا جو فارسی میں ہے بلکہ اُردو زبان کا اپنا ایک مخصوص ذائقہ ہے اور بیدل جس طرح فارسی کے قتیل واقع ہوئے اُس طرح وہ اردو کے رس سے بھی ضرور سرشار ہوتے۔

ترجمے کے عمل کی بوالعجبیاں اس وقت بڑھ جاتی ہیں جب کسی شعری فن پارے کا ترجمہ کرنا مقصود ہو اور وہ بھی منظوم صورت میں۔ Ezra Pound نے ترجمے کی رو سے شاعری کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے:

- فونا پوئیا(Phona Poeia): اس سے مراد ایسی شاعری ہے جس کا ترجمہ ممکن ہوتا ہے
- میلو پوئیا(Melo Poeia): ایسی شاعری جس کا ترجمہ نہیں کیا جا سکتا
- لوگو پوئیا(Logo Poeia): ایسی شاعری جس کا ترجمہ من وعن تو ممکن نہیں لیکن شاعر کے خیال کا عکس کسی حد تک ترجمے میں جھلکتا ہے

ایذرا پاؤنڈ کی یہ تقسیم دلچسپ ہے مگر شعری ترجمے کا بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ شاعری محض خیال نہیں ہوتی۔ خیال کسی حد تک ترجمہ کر بھی لیا جائے تو شاعر کا اسلوب نیز ہیئتی خصوصیات کی دوسری زبان میں منتقلی ایک بڑا امتحان ہوتا ہے جس سے ترجمہ نگار مشکل ہی سے کامیاب گزرتا ہے۔

''بہار ایجادی بیدل'' چونکہ ایک فارسی شعری متن کا اردو میں ترجمہ ہے لہٰذا وہ چند سہولتیں قابلِ ذکر ہیں جو اس باب میں مترجم کو حاصل ہیں:

- فارسی اور اردو کا تہذیبی ورثہ بہت حد تک مشترک ہے۔
- فارسی کا ایک وسیع ذخیرۂ الفاظ وتراکیب ایسا ہے جو اُردو میں بھی مستعمل ہے۔

- اُردو میں زیادہ تر شعری اصناف وہی ہیں جو فارسی ہی سے مستفاد ہیں۔
- فارسی اور اُردو کا عروضی نظام مشترک ہے۔

مذکورہ سہولتوں کی روشنی میں بہار ایجادی بیدل کے ترجمے کا اوّلین قابلِ ذکر پہلو یہ ہے کہ یہ شعر کا شعر ہی کی ہیئت میں ترجمہ ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ترجمہ نگار نے اپنی سہولت کے لیے اصل متن میں استعمال کی گئی بحر کو اختیار کرنا کہیں کہیں ضروری خیال نہیں کیا اور اصل متن کے شعر کی بحر کے بجائے مختلف بحر بھی استعمال کی ہے۔

امیر خسرو کی فارسی غزلوں کا اردو ترجمہ صوفی تبسم نے ''دوگونہ'' کے عنوان سے کیا اور دونوں زبانوں کے لسانی اشتراک سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بعض اشعار کے ترجمے میں اصل متن ہی درج کر دیا۔ مثلاً یہ شعر:

اے آرزوئے امیدواراں
اے مرہم دردِ دل نگاراں(۵)

معاملہ تو دلچسپ ہے لیکن اردو زبان کے موجودہ زمینی حقائق میں شاید یہ انداز قابلِ قبول نہ ہو۔ ڈاکٹر سید نعیم حامد نے بھی بعض اشعار کے مصرعے ترجمہ کرنے کے بجائے اُن کا اصل متن ہی دہرا دیا ہے۔ مثلاً:

پئے جستجوئے عنقا ، بہ کجا تواں رساند
نہ سراغِ فہم روشن ، نہ چراغ آشنائی(۶)

ترجمہ:

پئے جستجوئے عنقا ، کہاں جا رہا ہے ناداں
نہ سراغ فہم روشن ، نہ چراغ آشنائی(۷)

اس شعر کے مصرعہ اوّل میں بسرام کے بعد کے جزو کے علاوہ ترجمے کے متن میں اصل متن ہی کو دہرایا گیا ہے۔ اسی طرح یہ شعر:

بندگی ، شاہی ، گدائی ، مفلسی ، گردن کشی
خاک عبرت خیز ما صد رنگ تہمت می کشد(۸)

ترجمہ:

بندگی ، شاہی ، گدائی ، مفلسی ، گردن کشی
کسی قدر الزام ہیں ، اک ذرہ ناچیز پر(۹)

"بہار ایجادی بیدل" میں اصل متن کے مصرعے تو ترجمے کا حصہ بنے ہیں لیکن بعض اشعار کے اصل متن کے الفاظ یا تراکیب جو ترجمے کے متن میں بآسانی کھپ سکتی تھیں انھیں استعمال نہیں کیا گیا، جس سے شعر کے مفہوم میں بیدل کے شعر جیسی شدت، زور اور حظ باقی نہیں رہا۔ مثلاً یہ شعر:

رنجِ دنیا ، فکرِ عقبیٰ ، داغِ حرماں ، دردِ دل
یک نفسی ہستی ، بدوشم عالمے را باد کرد(۱۰)

ترجمہ:

رنجِ دنیا ، فکرِ عقبیٰ ، داغِ حرماں ، دردِ دل
ایک جانِ ناتواں پر ، بوجھ اتنا رکھ دیا(۱۱)

"بار" کے ترجمہ کے لیے "بوجھ" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جو مناسب تو ہے لیکن خود لفظ "بار" بھی اردو میں مستعمل ہے اور آسان فہم بھی ہے۔ نیز اصل متن میں "عالمے را بار کرد" کے الفاظ ہیں۔ جس کا مطلب "ایک دنیا کا بوجھ رکھ دیا" ہے۔ چنانچہ ترجمے میں بارِ دنیا کی ترکیب بآسانی استعمال کی جا سکتی تھی اور مصرع اس طرح بھی ترجمہ کیا جا سکتا تھا:

ایک جانِ ناتواں پر بارِ دنیا رکھ دیا

اسی طرح ایک شعر میں بیدل نے لفظ دلنشیں استعمال کیا ہے جو اُردو میں مستعمل بھی ہے اور آسان فہم بھی۔ مصرعہ یوں ہے:

وضعِ خموش ما، ز سخن دلنشیں تر است(۱۲)

اس کا ترجمہ یوں کیا گیا ہے:

میرا سکوت ، حرف و صدا سے بلیغ ہے(۱۳)

ذرا سی توجہ کی جائے تو لفظ "دلنشیں" ترجمے کے متن کا حصہ بن سکتا ہے۔ یعنی:

میرا سکوت ، حرف و صدا سے ہے دلنشیں

"بہارِ ایجادیِ بیدل" میں اشعار کا تعلق بیدل کی غزلوں سے ہے۔ یہ اور بات ہے کہ مترجم نے صرف ایک غزل کا جزوی ترجمہ کیا ہے اور باقی اشعار انفرادی صورت میں ہیں۔لیکن یہ امر قابلِ غور ہے کہ بیدل کے مقطعے، جن میں تخلص کا بھی استعمال ہے، ترجمے میں بھی تخلص کا اہتمام کیا گیا ہے۔

غزل کی ہیئت میں مطلع نہ صرف پہلا شعر ہوتا ہے بلکہ اس میں دیگر اشعار کے لیے بحر، قافیے اور ردیف کا تعین بھی کیا جاتا ہے اور اس اعلان کے لیے دونوں مصرعوں میں قافیے اور ردیف کا استعمال کیا جاتا ہے۔"بہارِ ایجادیِ بیدل" میں بعض مطلع ترجمہ کیے گئے ہیں لیکن ترجمے کے متن میں اُن کی حیثیت مطلع کی نہیں رہی۔تاہم ایک شعر میں مطلع کا ترجمہ مطلع ہی کے روپ میں ہے:

دلِ بیادِ پرتوِ حسنت ، سراپا آتش است
از حضورِ آفتاب آئنۂ ما ، آتش است(۱۴)

ترجمہ:

دلِ بیادِ پرتوِ جلوہ! مجسم آگ ہے
سامنے سورج کے آئینہ! مجسم آگ ہے(۱۵)

آتش است کا ترجمہ "آگ ہے" ہی ہوسکتا ہے لیکن مطلع میں ردیف میں قدرے ترمیم کی گئی ہے۔یہاں ایک نقطہ قابلِ توجہ ہے کہ مترجم نے "سراپا آتش است" کا ترجمہ "مجسم آگ ہے" کیا ہے۔"سراپا" کا ترجمہ "مجسم" کر کے مترجم نے فارسی سے اُردو میں آنے کی بجائے ایک عربی لفظ کی طرف رجوع کیا ہے حالانکہ خود لفظ "سراپا" اُردو میں مستعمل ہے، آسان فہم ہے نیز لفظ "مجسم" کا ہم وزن ہونے کے باعث یہی لفظ ترجمے کا حصہ بن سکتا تھا یعنی:

دلِ بیادِ پرتوِ جلوہ! سراپا آگ ہے
سامنے سورج کے آئینہ! سراپا آگ ہے

ترجمے کے عمل میں اصل متن سے وفاداری پر بھی زور دیا گیا ہے۔اگرچہ آزاد ترجمہ نگاروں نے اس طرف کوئی خاص توجہ نہیں کی اور ترجمے میں ایک تخلیقی رنگ پیدا کرنے کے لیے اصل متن یا ذریعے کے متن (Source Text) سے بہت حد تک گریز بھی کیا ہے لیکن "بہارِ ایجادیِ بیدل" میں ایک شعر ایسا بھی ہے جس کے متن کا ترجمہ تو بہت عمدہ اور رواں دواں ہے لیکن اصل متن پر ایک سوالیہ نشان ہے۔

فارسی شعر کا متن یوں ہے:

زندگی در گردنم افتاد بیدل چارہ نیست
شاید باید زیستن ، ناشاد باید زیستن (۱۶)

اس کا ترجمہ ڈاکٹر سید نعیم حامد نے بہت خوبصورت کیا ہے اور بلاشبہ سہل ممتنع کی ایک مثال بھی ہے:

زندگی پڑ گئی گلے بیدلؔ
شاد و ناشاد اب تو جینا ہے (۱۷)

یہ ایک حیران کن امر ہے مذکورہ فارسی شعر بیدل کے کسی مستند کلیات میں موجود نہیں ہے اور اس زمین میں جو غزل ہے اس میں ایک شعر اس طرح درج ہے:

زندگی بر گردن افتادہ است یاراں چارہ چیست
چند روزے ہرچہ بادا باد باید زیستن (۱۸)

دونوں متون سے یہ صاف ظاہر ہے کہ ترجمے کے لیے استعمال کیا گیا متن، اصل متن کی بگڑی ہوئی یا تبدیل شدہ شکل ہے۔ یہاں یہ امر بھی قابلِ ذکر ہے پروفیسر ظہیر احمد صدیقی اور ڈاکٹر سید نعیم حامد دونوں نے اپنے ترجمے کی ابتدا میں کسی ایسے مستند نسخے کا ذکر نہیں کیا، جو اُن کی کاوش کی بنیاد ہو۔

خالد محمود خان نے ''اصطلاحاتِ ترجمہ'' میں ایسا ترجمہ جس میں اصل متن فی الحقیقت اصل نہ ہو، کے لیے ''اصل جعلی ترجمہ'' (Pseudo Orignal Translation) کی اصطلاح استعمال کی ہے۔جس کے مطابق:

''ہم فرض کر لیتے ہیں کہ وہ ترجمہ ذریعہ کے متن ہی کا تھا، اس کی حقیقت بعد میں کھلتی ہے کہ وہ ذریعہ کا متن ہی نہیں تھا۔'' (۱۹)

تراجم کے سلسلے میں یہ بات بہت عام ہے کہ ایسا ادبی متن جو کسی وجہ سے محبوب ہو یا بین الاقوامی شہرت رکھتا ہو اور ترجمہ نگار اس میں دلچسپی لیں تو بعض اوقات ایسے تراجم بھی منظرِ عام پر آ جاتے ہیں جن کا اصل متن سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ بیدل کے مذکورہ شعر کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہوا ہے کہ ترجمہ ایک ایسے متن کا کیا گیا ہے جو اصل نہیں بلکہ تبدیل شدہ ہے۔

شعری ترجمے کے عمل کے بارے میں ڈاکٹر سہیل احمد خاں نے اپنے ایک مضمون میں لکھا ہے کہ:

''شعر کا شعری ترجمہ مصنوعی اور مشینی انداز کی کاوش بن جاتا ہے۔'' (۲۰)

"بہار ایجادی بیدل" کے ترجمے پر ایسا فتویٰ تو صادر نہیں کیا جا سکتا کہ مترجم نے کلام بیدل کو اردو میں ڈھالنے کے لیے اپنے ممدوح کے ساتھ ایک ذہنی ربط بھی پیدا کیا ہے اور قلبی وارفتگی بھی۔ یہ ترجمہ اپنے اندر کئی ایک حوالوں سے جاذبیت رکھتا ہے اور قاری کو بیدل سے شناسا ہی نہیں کرتا بلکہ اُس کے دل میں بیدل کے لیے لگاؤ اور کلام بیدل کی قرأت کی جستجو بھی پیدا کرتا ہے۔

اوپر پیش کی گئی معروضات کا مقصد کوئی فروگزاشتوں کی طرف نشان دہی نہیں بلکہ ترجمے کے عمل کی تفہیم ہے اور اس سلسلے میں محض اس جستجو کی تشفی کا اسباب مہیا کرنا ہے جو دورانِ ترجمہ بہتر سے بہترین لفظ کے سلسلے میں مترجم یا ترجمے کے قاری کے دل میں پیدا ہوتی ہے اور وہ بیدل ہی کے لفظوں میں زندہ و تابندہ لفظ کے التفات کے حصول کی کوشش سے مایوس نہیں ہوتا:

دل ز نیرنگِ تغافل ہائے او ، مایوس نیست
ناز می گوید کہ آخر مہرباں خواہم شدن(۲۱)

☆☆☆☆☆

حوالے

(۱) ظہیر احمد صدیقی: "دلِ بیدل"، مجلس تحقیق و تالیف فارسی، گورنمنٹ کالج لاہور، س ن، ص ۱۱۲

(۲) مرزا عبدالقادر بیدل: "کلیاتِ بیدل"، دپوہنی وزارت ددارالتالیف، کابل، ۱۳۴۱ھ، ص ۶۳۱

(۳) مرزا اسداللہ خاں غالب: "دیوانِ غالب"، نسخہ عرشی، مرتبہ: امتیاز علی خاں عرشی، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۲۰۱۱ طبع سوم، ص ۴۲۷

(۴) صوفی تبسم: "دو گونہ"، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد، ۱۹۷۵ء، ص ۵۱

(۵) "کلیاتِ بیدل"، ص ۱۱۶۹

(۶) ڈاکٹر سید نعیم حامد علی الحامد: "بہار ایجادی بیدل"، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد، ۲۰۱۵ء، ص ۵۱

(۷) "کلیاتِ بیدل"، ص ۴۶۳

(۸) "بہار ایجادی بیدل"، ص ۵۵

(۹) "کلیاتِ بیدل"، ص ۵۰۱

(۱۰) ''بہار ایجادی بیدل''،ص ۵۷

(۱۱) ''کلیاتِ بیدل''،ص ۸

(۱۲) ''بہار ایجادی بیدل''،ص ۵۹

(۱۳) ''کلیاتِ بیدل''،ص ۲۶۰

(۱۴) ''بہار ایجادی بیدل''،ص ۷۵

(۱۵) ایضاً،ص ۶۶

(۱۶) ایضاً

(۱۷) ''کلیاتِ بیدل''،ص ۱۰۵۴

(۱۸) خالد محمود خان: ''اصطلاحاتِ ترجمہ''،بیکن بکس، ملتان، ۲۰۱۵ء،ص ۱۱۲

(۱۹) سہیل احمد: ''ادبی ترجمے کے مسائل''،مشمولہ: ''فنِ ترجمہ کاری''، مرتبہ: صفدر رشید، پورب اکادمی، اسلام آباد، ۲۰۱۵ء،ص ۲۴۲

(۲۰) کلیاتِ بیدل،ص ۱۰۸۵

(۲۱) کلیاتِ بیدل،ص ۱۰۸۵